2

مومن بنو

فرمودہ ۱۱ رجنوری ۱۹۱۸ء

حضور نے تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کے بعد مندرجہ ذیل آیات کی تلاوت فرمائی :۔

قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَلٰكِنْ قُوْلُوْٓا اَسْلَمْنَا وَلَمَّا يَدْخُلِ الْاِيْمَانُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَاِنْ تُطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَا يَلِتْكُمْ مِّنْ اَعْمَالِكُمْ شَيْـًٔا اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوْا وَجٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ○ قُلْ اَتُعَلِّمُوْنَ اللّٰهَ بِدِيْنِكُمْ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ○ يَمُنُّوْنَ عَلَيْكَ اَنْ اَسْلَمُوْا قُلْ لَّا تَمُنُّوْا عَلَيَّ اِسْلَامَكُمْ بَلِ اللّٰهُ يَمُنُّ عَلَيْكُمْ اَنْ هَدٰىكُمْ لِلْاِيْمَانِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ○ اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ غَيْبَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ○ (الحجرات ۱۵ تا ۱۹)

اور فرمایا :۔

اس زمانہ میں جہاں اللہ تعالےٰ کے فضل اور رحم سے بہت سی آسانیاں اور سہولتیں میسر ہوتی ہیں اور بہت سے آرام اور آسائش کے سامان نکل آتے ہیں ۔ وہ مشکلات اور تکلیفیں جو قدیم زمانہ میں ہوتی تھیں اب نہیں ہیں ۔ وہاں نہایت افسوس کے قابل یہ امر بھی ہے کہ بجائے اس کے کہ لوگ ان آسانیوں کو دیکھ کر اپنے ایمانوں کو بہت زیادہ مضبوط کرتے ان کے ایمانوں میں بہت زیادہ کمزوریاں پیدا ہو رہی ہیں اور آج کل ایمان کو ایک حقیر اور ذلیل چیز سمجھ لیا گیا ہے ۔ حالانکہ ایمان تو ایک ایسا بیش بہا لعل ، ایسا قیمتی موتی اور ایسا لاثانی جوہر ہے ۔ کہ اس کی صحیح قیمت ڈالنا تو الگ رہا قیمت ڈالنے کا خیال بھی پیدا نہیں ہو سکتا ۔ ذرا کسی شخص کو کہہ تو دیکھو کہ تو کتنے

روپوں پر اپنے بیٹے کو ذبح کرائیگا۔ اس کا کیا نتیجہ ہوگا۔ یہی کہ اگر مخاطب متحمل مزاج اور اپنے جوش کے دبانے پر قادر نہیں۔ تو اس فقرہ کے پورا ہونے سے قبل ہی اس کا ہاتھ کہنے والے کی گردن میں ہوگا اور جس طرح پانی سے بھری ہوئی مشک کا بند کُھل جاتا ہے اور زور سے پانی نکلنا شروع ہو جاتا ہے۔ اس طرح اس منہ کا بند کُھل جائیگا اور ہزاروں قسم کی گالیاں دینی شروع کر دے گا اور اگر کوئی سمجھدار اور دانا ہوگا تو اس فقرہ کو نہایت ناپسندیدگی اور ناراضگی کی نظر سے دیکھے گا۔ یا اگر بے اختیار ہو کر کہنے والے پر حملہ آور نہیں ہوگا۔ تو اسے یہ ضرور کہے گا کہ کیسی نادانی اور جہالت کی بات کرتے ہو۔ یا اگر اتنا بھی نہ کرے گا۔ تو دل میں ضرور غصہ سے بھر جائیگا۔ یا کہنے والے کو پاگل اور مجنون سمجھے گا۔ پس اس وقت جھگڑا اس بات پر نہیں ہوگا کہ اس کے بیٹے کی قیمت لاکھ روپے ہے یا کروڑ روپیہ بلکہ یہ بات سن کر اس کے ذہن میں ہی نہیں آسکے گا کہ میرے بیٹے کی کچھ قیمت ڈالی جاسکتی ہے۔ اور وہ ناراضگی اور غصہ سے بھر جائیگا کہ کیوں ایسا کہا گیا ہے تو کئی چیزیں ایسی ہوتی ہیں کہ ان کی قیمت ڈالنے میں اختلاف نہیں ہوتا۔ بلکہ ان کی قیمت ڈالنا ہی ایسا خطرناک ہوتا ہے کہ اسے برداشت نہیں کیا جاسکتا۔ پھر ایمان جو ہزاروں لاکھوں روپوں سے زیادہ قیمتی، ہزاروں جانوں سارے عزیزوں اور رشتہ داروں سے زیادہ عزیز چیز ہے۔ اس کی قیمت ڈالنے کا کس طرح خیال آسکتا ہے۔ جب ایک بچہ کی قیمت نہیں پڑسکتی تو ایمان کی کہاں پڑسکتی ہے جو اس سے کروڑوں کروڑ نہیں اربوں ارب گنا زیادہ قیمتی اور عزیز شے ہے۔ ایک ایماندار انسان کے سامنے اگر ساری دُنیا بھی ذبح کر دی جاتے۔ جو اسے اپنے ماں باپ۔ بہنوں۔ بھائیوں اور بیٹوں کی طرح پیاری اور عزیز ہو تو وہ ایک منٹ کے لیے بھی اس کے لیے تیار نہیں ہوگا کہ اپنا ایمان دیکر اسے بچالے کیونکہ یہ ایک ایسی قیمتی چیز ہے کہ جس کی کوئی قیمت پڑ ہی نہیں سکتی۔ مگر باوجود اس کے ایسی قیمتی اور لاثانی چیز ہونے کے دُنیا میں ایسے لوگ پاتے ہی جاتے ہیں جو اس بے بہا گوہر کی قیمت مقرر کرتے اور اس لاثانی موتی کو بیچنا چاہتے ہیں۔ ایسے لوگوں کی نسبت سواتے اس کے اور کیا کہا جاسکتا ہے کہ وہ جانتے ہی نہیں کہ ایمان کیا چیز ہے اور کتنی قیمتی شے ہے۔

دیکھو اگر کسی کو کوئی کہے کہ میں تیرے بیٹے کو ذبح کرنا چاہتا ہوں۔ بتا اس کی کیا قیمت لے گا اور وہ دس روپے مانگے۔ تو سننے والے فوراً کہدیں گے کہ اگر یہ شخص پاگل نہیں تو یہ اس کا بیٹا ہی نہیں۔ جس کی اس نے یہ قیمت مقرر کی ہے۔ بلکہ کسی اور کا ہے۔ اور یہ دھوکہ سے اپنا بیٹا کہہ رہا ہے۔ اسی طرح جو شخص اپنے ایمان کی کوئی قیمت مقرر کرتا ہے۔ اس کے متعلق یقیناً یہی

کہا جائیگا۔کہ اس میں ایمان ہے ہی نہیں۔ اور وہ دھوکہ دینا چاہتا ہے کہ میرے پاس ایمان ہے اوراس طرح جو کچھ اسے ملے اسے مفت سمجھ کرلے لینا چاہتا ہے۔کیونکہ اس کے اندر ایمان تو ہے ہی نہیں اور اس کے خریدنے والا بھی سمجھتا ہے کہ اگراس کی چیز ناقص ہے۔ تو مَیں جو کچھ دینے لگا ہوں۔ وہ اس سے بھی زیادہ ناقص ہے۔ یہ اپنی آخرت کو برباد کر رہا ہے۔میرا اگر دُنیا کا کچھ نقصان ہو گیا تو کیا ہوا اس خیال سے دونوں میں سودا ہو جاتا ہے اوران کی مثال اس واقعہ میں ایسی ہوتی ہے جو یوں مشہور ہے کہ ایک قافلہ کہیں جا رہا تھا۔ اس میں سے ایک شخص بازار گیا۔ اور جاکر بزاز سے ایک کپڑے کا تھان مانگا۔ بزاز نے ایک ایسا تھان جو اندر سے پھٹا ہوا تھا اور اوپر ثابت تہیں تھیں۔ تھوڑی سی قیمت پراس کے سامنے پیش کیا۔ تاکہ جلدی سے خرید لے اور اسے کھول کر نہ دیکھے۔چنانچہ اس نے فوراً خرید لیا اور قیمت دیکر چلا گیا۔ بزاز نے جلدی سے روپے لے کر رکھ لیے۔جب وہ چلا گیا تو بزاز کو اس کے نفس نے ملامت کی اور وہ خریدنے والے کے پیچھے چلا۔ تاکہ تھان واپس لے آئے اور اس کے روپے اسے واپس کر دے۔جب جاکر اسے ملا۔ تو کہا یہ تھان مَیں نے تم کو دھوکہ سے دیدیا تھا۔ دراصل یہ اندر سے پھٹا ہوا ہے۔ یہ مجھے واپس کر دو۔ اور اپنی قیمت لے لو۔ اس نے کہا اس بات کا کوئی فکر نہ کرو۔مَیں نے جو تمہیں دام دیئے تھے۔ وہ بھی کھوٹے ہی تھے۔یہی حال ایمان بیچنے اور خریدنے والوں کا ہوتا ہے۔ بیچنے والا ایک چیز دینے کا اقرار کرتا ہے حالانکہ اسکے پاس ہوتی ہی نہیں یا ناقص ہوتی ہے۔مگر باوجود اس قسم کے سودے کرنیکے یہ لوگ کہتے ہیں کہ ہم ایماندار ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَلٰكِنْ قُوْلُوْٓا اَسْلَمْنَا وَلَمَّا يَدْخُلِ الْاِيْمَانُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ۔کہ بدوی لوگوں میں سے ایک جماعت ایسی ہے۔جو کہتی ہے ہم ایمان لے آئے۔ان کو کہدو۔تم مت یہ کہو کہ ہم ایمان لے آئے ہیں تم تو کبھی ایمان لاتے ہی نہیں۔ تمہاری ایسی قسمت کہاں۔ ہاں یہ کہو کہ ہم مسلمان کہلانے لگ گئے ہیں کیونکہ ایمان تو تمہارے اندر داخل نہیں ہوا۔ اور جب ایمان داخل ہی نہیں ہوا تو پھر تمہارا کوئی حق نہیں ہے کہ اپنے آپ کو ایماندار کہو۔ ایمان کے آثار تو تم میں پیدا ہی نہیں ہوتے۔ دیکھو ہر چھوٹے سے چھوٹے کام کا کچھ نہ کچھ نتیجہ نکلتا ہے۔ایک عالم ہوتا ہے۔گو علم اس کے دماغ میں ہوتا ہے مگر پتہ لگ جاتا ہے کہ یہ عالم ہے۔ اسی طرح گو ایمان قلب سے تعلق رکھنے والی چیز ہے جسے اللہ ہی جانتا ہے۔لیکن انسان بھی اس کے اثرات اوراظلال سے پتہ لگا لیتا ہے کہ ہے یا نہیں۔ اور ایمان تو خود بخود ظاہر ہو جاتا ہے اس کے متعلق کسی کے بتانے کی ضرورت ہی نہیں ہوتی۔ تو فرمایا

ایمان تو تمہارے دلوں میں داخل ہی نہیں ہوا۔ پھر تم کیوں اپنے آپ کو مومن کہتے ہو۔ ہاں یہ کہو کہ ہم نے اسلام قبول کر لیا۔ مسلمان کہلانے لگ گئے ہیں۔ باقی تمہاری حالتیں بتا رہی ہیں کہ تم میں ایمان داخل ہی نہیں ہوا۔ کیونکہ تم میں اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کا مادہ نہیں پیدا ہوا۔ اور ان کے احکام سے جو محبت اور اُلفت ہونی چاہیئے۔ وہ تم میں نہیں پائی جاتی۔ اس کا تم میں نشان بھی نہیں ملتا۔ تمہیں تو دُنیا ہی مطلوب ہے۔ وہی تمہارا خدا اور وہی تمہارا رسول ہے۔ اور تم سمجھتے ہو کہ اگر ہم اس رنگ میں ایمان لے آئیں جس رنگ میں دوسرے لاتے ہیں تو گھاٹے اور نقصان میں رہیں گے۔

فرمایا:۔

یہی ثبوت ہے اس بات کا کہ تمہارے اندر ایمان داخل ہی نہیں ہوا۔ ورنہ کیا کوئی ایماندار یہ خیال کر سکتا ہے کہ خُدا اور اس کے رسول کی اطاعت کا یہ نتیجہ ہو سکتا ہے کہ وہ ذلیل ہو اور نقصان میں رہے۔ ہرگز نہیں۔ کیونکہ خدا اور اس کے رسول پر ایمان لانے سے خدا اعمال کو ضائع نہیں کرتا اور اور نہ ہی ناکام رکھتا ہے۔ بلکہ خدا تو آگے بڑھاتا اور بہت بڑھ چڑھ کر کامیابی عطا کرتا ہے۔
ایک مومن نہیں چاہتا کہ دُنیا کی نظروں کے سامنے آئے۔ مگر خدا تعالیٰ اُسے ایسی بلند اور اونچی جگہ پر کھڑا کر دیتا ہے کہ جہاں ساری دُنیا کی نظریں اس پر پڑتی ہیں۔ وہ نیچے بیٹھتا ہے مگر خُدا اُسے بلند مقام پر بٹھا دیتا ہے۔ وہ اپنے منہ کو ڈھانپتا ہے مگر خدا تعالیٰ اس کی نقاب کو پھاڑ پھاڑ کر دنیا پر ظاہر کرتا ہے۔ یہ ہوتا ہے خدا اور اس کے رسول پر ایمان لانے کا نتیجہ۔ لیکن وہ جو خدا اور اس کے رسول کا محض نام لیکر خود نفع اُٹھانا چاہتا ہے۔ دُنیا میں عزت اور شہرت کو چاہتا ہے خدا اس کی پروا نہیں کرتا اور اسے ذلت اور ناکامی کے گڑھے میں گرا دیتا ہے۔ پس وَاِنْ تُطِیْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَا یَلِتْكُمْ مِّنْ اَعْمَالِكُمْ شَیْئًا اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ۔ اگر تم اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو گے تو وہ تمہارے اعمال سے تمہیں کچھ کم نہیں دے گا۔ یا یہ نہیں کہ وہ تمہیں ذلیل اور رسوا ہونے دیگا۔ بلکہ خود تمہارا کفیل ہو گا۔ اور تمہاری کامیابی کے خود سامان مہیا کر دیگا۔ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ اللہ غفور الرحیم ہے۔

یہ کیا عجیب دلیل ہے اس بات کے متعلق کہ اللہ تمہارے اعمال میں کمی نہیں کریگا۔ بلکہ پورا بدلہ دے گا۔ فرمایا وہ غفور ہے وہ تو گناہگار اور غلطی کرنے والوں کو بھی جبکہ وہ توبہ کرتے ہیں بخشش دیتا ہے اور ان پر اپنا فضل کرتا ہے۔ پھر کس طرح ہو سکتا ہے کہ تم اس کے لیے عمل کرو۔ اور وہ تمہیں اس کے بدلہ میں نقصان میں رہنے دے کیا وہ جو پشیمان کو معاف کرتا اور اسے انعام سے مالامال کرتا

ہے۔ وہ اپنے اطاعت شعار اور فرمانبردار بندوں پر فضل نہیں کریگا۔ ضرور کریگا۔ اس لیے تمہارا یہ خیال غلط ہے۔ کہ اگر تم اس کے اور اس کے رسول کے احکام پر چلوگے تو گھاٹے میں رہو گے۔ پھر وہ رحیم ہے۔ کسی کو اس کے عمل سے کم دینا تو الگ رہا۔ وہ تو اتنے اعلیٰ اور زیادہ بدلے دینے والا ہے جو کسی کے وہم وگمان میں بھی نہیں آسکتے۔

اس طرح ان کے غلط خیال کی تردید کی ہے کہ تمہیں معلوم ہی نہیں کہ کس خدا سے تمہارا پالا پڑا ہے وہ وہ خدا ہے جو تمہارے اعمال کو کم ہی نہیں کرے گا۔ بلکہ تمہارے اعمال میں جو کمیاں رہ جائیں گی۔ ان کو بھی پورا کر دے گا اور تمہارے اعمال کے مطابق تمہیں بدلا دینا تو الگ رہا وہ تو اتنا بڑھ چڑھ کر دیگا کہ جو تمہارے وہم وگمان میں بھی نہیں آسکتا۔ پھر کیا تم اس خدا کی نسبت یہ خیال کرتے ہو کہ تمہارے اعمال میں کمی کر دیگا اور تمہیں ذلیل اور رسوا ہونے دیگا۔

مگر دیکھو باوجود اس کے کہ قرآن کریم میں ایسی تشریح کے ساتھ ایمان کی حالت بتائی گئی ہے۔ آج ایمان کی کیا حالت ہے۔ ذرا ذرا اور چھوٹی چھوٹی باتوں پر لوگ ایمان بیچنے کے لیے تیار ہو جاتے ہیں۔ مَیں نے کئی بار بتایا ہے کہ ایک شخص اتنی سی بات پر مُرتد ہو گیا تھا کہ حضرت مسیح موعودؑ نماز پڑھنے کے بعد مسجد میں بیٹھا کرتے تھے اور لوگ کوشش کرتے تھے کہ جسقدر جلدی ہو سکے ہم آپ کے پاس پہنچیں۔ تاکہ قریب جگہ حاصل کر سکیں۔ ایک دن جو آپ نماز کے بعد بیٹھے اور اس شخص کے پاس سے کوئی جلدی سے گذرا جس کی کہنی اُسے لگ گئی۔ تو اسی پر وہ ناراض ہو گیا اور مُرتد ہو کر چلا گیا۔ پھر آج کل میں دیکھتا ہوں کہ بعض ایسے لوگ ہیں جو جب تک ملازم ہوتے ہیں بڑا اخلاص ظاہر کرتے ہیں، لیکن جب انھیں ملازمت سے ہٹا دیا جاتے۔ تو ادھر وہ علیحدہ ہوتے ہیں اور ادھر انھیں نئے نئے علوم اور دلائل حاصل ہونے شروع ہو جاتے ہیں۔ پہلے تو جب تک وہ پندرہ یا بیس روپیہ کے ملازم تھے۔ حضرت عیسیٰؑ کی وفات اور حضرت مسیح موعودؑ کے نبی ہونے کے دلائل قرآن اور احادیث سے انھیں معلوم تھے، لیکن جب تنخواہ ملنی بند ہوئی تو اس کے خلاف فوراً ہی انھیں حیاتِ مسیح یا مسیح موعودؑ کے نبی نہ ہونے کے دلائل قرآن سے معلوم ہو گئے۔ پھر کئی لوگوں کو اسی پر ابتلاء آجاتا ہے کہ کسی انجمن کے سیکرٹری یا پریذیڈنٹ ہونے سے ہٹا دیا گیا۔ اگر تو انھیں پردھان بنا دیا جاتے تب تو سلسلہ احمدیہ سچا۔ اور وہ بڑے مخلص۔ اور اگر یہ نہیں تو پھر قرآن وحدیث سے ثابت ہو گیا کہ حضرت مرزا صاحب کا دعویٰ ہی باطل ہے۔ یہ اور اسی قسم کے اور آثار واظلال بتاتے ہیں کہ ایسے لوگوں کے دلوں میں ایمان ہی نہیں ہوتا اور ان کانٹوں سے پتہ لگتا ہے کہ اُنھوں نے اپنے دل

میں کیکر بوتے ہوتے ہیں۔ انگور نہیں۔ کیونکہ انگور کی بیل میں کانٹے نہیں ہوتے۔ کیا یہ ایمان کے نتائج ہو سکتے ہیں؟ کیا ایمان کے دلائل میں سے یہ بھی کوئی دلیل ہے کہ جب تک پندرہ بیس روپے ملتے رہیں یا کوئی عہدہ حاصل ہو۔ یا کوئی خاص کام سپرد رہے۔ اُس وقت تک تو ایمان ہے اور جب یہ نہیں تو ایمان بھی نہیں۔ اگر یہ کوئی دلیل ہے تب تو ہم ایسے لوگوں کو حق پر سمجھ لینگے۔ اور اگر یہ نہیں تو پھر یہ ثابت ہو گیا کہ ان میں ایمان ہی نہیں۔ دیکھو صحابہ نے وطن چھوڑے عزیزوں اور رشتہ داروں کو ترک کیا۔ بہنوں۔ بھائیوں۔ بیوی بچوں سے الگ ہوتے اور دین کی راہ میں اپنا مال اور جانیں قربان کر دیں۔ اِن کے مقابلہ میں اس وقت کے منافق بدتر تھے۔ کیونکہ اُنھوں نے ایسا نہ کیا۔ مگر اس زمانہ کے کئی مومن کہلانے والوں سے اچھے تھے۔ کیونکہ ان کا ایمان اس سے وابستہ نہیں ہوتا تھا کہ ہمیں کچھ ملتا ہے یا نہیں۔ بلکہ انھیں یہ خیال ہوتا تھا کہ ہمارا نہ کچھ جاتا رہے۔ مگر آج یہ خیال نہیں ہوتا۔ بلکہ یہ ہوتا ہے کہ ہمیں کچھ ملتا ہے یا نہیں، اگر ملے تو ایمان قائم۔ اور اگر نہ ملے تو کچھ بھی نہیں۔ اگر یہی معیار منافقت کا قرار دیا جائے تو رسول کریم کے وقت تو کوئی منافق رہتا ہی نہیں۔ عبداللہ ابن ابی ابن سلول کو اس لیے اختلاف نہ تھا کہ مجھے کچھ کیوں نہیں دیا جاتا۔ وہ ایک امیر آدمی تھا[1]۔ بلکہ اس لیے تھا کہ جو کچھ میرا ہے وہ مجھ سے نہ لیا جائے۔ پھر اس وقت کے منافق کچھ نہ کچھ تو دیتے تھے۔ البتہ انتہائی نصرت نہ کرنے کی وجہ سے منافق رہے مگر آج ان سے بھی کم خرچ کرنے والے کئی لوگ سمجھتے ہیں کہ ہم بہت بڑھ گئے ہیں۔ اور ہمیں پورا پورا ایمان حاصل ہو گیا ہے۔ یہ آیت ایسے ہی لوگوں کے لیے ہے جو کہتے ہیں کہ ہم ایمان لاتے۔ حالانکہ کوئی ایمان نہیں لاتے۔ ہاں مسلمانوں میں داخل ہو گئے ہیں۔

اور کئی باتیں ہیں جن کی وجہ سے کہا جاتا ہے کہ ہمارا ایمان جاتا رہا۔ حالانکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ کوئی انسان مومن تب بنتا ہے جبکہ اسے بشاشتِ ایمان حاصل ہو۔ اور یہ مومن بننے کی چھوٹی سے چھوٹی تعریف ہے جس طرح مدرسے میں نام لکھانے سے پہلی جماعت کا لڑکا بھی طالب علم کہلا سکتا ہے۔ اسی طرح مومن کہلانے کے لیے یہ بات ہے کیونکہ رسول کریمؐ فرماتے ہیں کہ مومن نام رکھانے کا مستحق انسان اُس وقت بنتا ہے۔ جبکہ اس میں بشاشتِ ایمان پائی جائے۔ صحابہؓ نے پوچھا وہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا یہی کہ اگر آگ میں ڈالا جائے تو ایمان نہ چھوڑے[2] یہ ایک ادنیٰ درجہ ہے مومن کا۔ اور اس کے آگے اور ترقی حاصل ہوتی ہے اور اسی کا نام بشاشتِ

[1] بخاری کتاب المرضیٰ باب عیادۃ المریض
[2] بخاری کتاب الایمان باب حلاوۃ الایمان

ایمان ہے۔

اسلام کوئی انجمن یا سوسائٹی نہیں اور احمدیت بھی چونکہ اسلام ہی ہے اس لیے یہ بھی کسی انجمن اور سوسائٹی کا نام نہیں ہے اور عہدوں کا سوال سوسائٹیوں اور انجمنوں میں ہوا کرتا ہے۔ نہ کہ مذہب میں۔ مذہب کا ہر کام خدا کے لیے ہوتا ہے۔ پس جو خدا کے لیے کام کرتا ہے۔ اُسے اس بات کی کیا پرواہ ہے کہ فلاں انجمن یا سوسائٹی اسے کوئی عزت اور عہدہ دیتی ہے یا نہیں۔ کیا وہ خدا سے ملنے کی کچھ اُمید نہیں رکھتا کہ کسی انجمن یا سوسائٹی سے عہدہ اور عزت چاہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَإِنْ تُطِيعُوا اللّٰهَ وَرَسُولَهُ لَا يَلِتْكُمْ مِنْ أَعْمَالِكُمْ شَيْئًا۔ اگر تم اللہ اور اُس کے رسول کی اطاعت کرو گے۔ تو وہ تمہارے اعمال میں کوئی کمی نہیں کرے گا کہ تمہیں بندوں سے مانگنے کی ضرورت ہو اور دین کا کام کر کے ان پر احسان جتلاؤ کہ ہماری قدر نہیں کی جاتی۔ ہماری عزت نہیں کی جاتی۔ ہمیں عہدے نہیں دیئے جاتے۔ کوئی کہے کہ یہ معنی کہاں سے لیے گئے۔ اس کے متعلق خدا تعالیٰ ساتھ ہی فرماتا ہے کہ يَمُنُّونَ عَلَيْكَ أَنْ أَسْلَمُوا قُلْ لَا تَمُنُّوا عَلَيَّ إِسْلَامَكُمْ۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ وہ لوگ جو اسلام لاکر تم پر احسان جتلاتے ہیں۔ ان کو کہدو کہ مجھ پر اپنے اسلام لانے کا احسان نہ جتلاؤ۔ پس جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر کوئی اسلام لانے کا احسان نہیں جتلا سکتا جو بانیٔ اسلام ہیں۔ تو دوسروں پر کیا جتلا سکتا ہے اور جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایسے لوگوں کو فرماتے ہیں کہ تمہارا مجھ پر کوئی احسان نہیں ہے۔ تو پھر حضرت مسیح موعود اور ان کے خلیفہ یا کسی انجمن پر کسی کا کیا احسان ہو سکتا ہے۔

اب خدا تعالیٰ رہ جاتا ہے کہ اس پر احسان جتلایا جاتے اگر اس پر احسان کیا ہے تو جو کچھ کہنا ہے اسے کہو اور اس سے مانگو۔ نہ کہ انسانوں سے۔ جن پر احسان ہی نہیں کیا۔ تو خدا سے مطالبہ ہو سکتا تھا کہ ہم نے اسلام میں آکر آپ پر احسان کیا ہے پھر کیا وجہ ہے۔ ہمیں عزت نہیں دی گئی اور ہماری قدر نہیں کی جاتی مگر اس کا جواب بھی خدا نے دے دیا ہے کہ تم جو اسلام لانے کا احسان جتلاتے ہو۔ اس کی دو ہی صورتیں ہو سکتی ہیں ایک تو یہ کہ درحقیقت تم اسلام لاتے ہی نہیں۔ اگر اسلام نہیں لائے تو پھر تم کوئی مطالبہ ہی نہیں کر سکتے اور محض جھوٹ بولتے ہو کہ ہم اسلام لاتے ہیں اگر یہ بات ہے تو تم بجائے کچھ حاصل کرنے کے مجرم ہو اور سزا کے قابل ہو اور اگر واقعہ میں ایمان لائے ہو تو بتلاؤ کہ یہ ہمارا تم پر احسان ہے یا تمہارا ہم پر۔ یہ

تو ہم نے تم پر احسان کیا کہ تمہیں اسلام لانے کی توفیق بخشی۔ اس لیے ہمارا حق ہے کہ ہم تم سے کچھ مانگیں نہ کہ یہ تمہارا احسان ہے کہ ایمان لاتے ہو۔ اور ہم سے مطالبہ کرتے ہو۔ یہ تو ایسی ہی بات ہے جس طرح مشہور ہے کہ ایک شخص سخت دھوپ میں بیٹھا ہوا تھا۔ کسی نے اسے کہا بھائی سایہ میں بیٹھ جا، وہ کہنے لگا اگر میں سایہ میں بیٹھوں تو کیا دوگے؟ تو فرمایا کہ اگر تم مومن ہو تو اس طرح تمہارا مطالبہ باطل ہو جاتا ہے۔ اور اگر سچے ہو تو پھر ہمارا تم پر احسان ہے کہ ہم نے تمہیں اسلام کے قبول کرنے کی توفیق دی نہ کہ الٹا تمہارا احسان ہے۔

اس وقت میں آپ لوگوں کو جو یہاں بیٹھے ہو اور جو باہر ہیں بتلانا چاہتا ہوں کہ یہ بڑے دُکھ اور رونے کا مقام ہے کہ اتنی آسانیوں اور سہولتوں کے باوجود ایمان کی کچھ قدر نہیں کی جاتی ہے حالانکہ اگر کوئی سب سے زیادہ قدر کے قابل چیز ہے۔ تو وہ ایمان ہی ہے لیکن اس کی کچھ قدر نہیں کی جاتی بلکہ اسے ایک حقیر چیز سمجھا جاتا ہے۔ اسے ایک سودا سمجھا جاتا ہے اور خیال کیا جاتا ہے کہ ہم جو ایمان لاتے ہیں اس کا ہمیں کوئی بدلہ اور معاوضہ ملنا چاہیئے۔ بعض طبیعتوں میں کچھ خصوصیات ہوتی ہیں۔ میری اپنی طبیعت ایسی ہے کہ میں اور بہت سی باتوں کو برداشت کر لیتا ہوں۔ اور بہت سے معاملات میں چشم پوشی سے کام لیتا ہوں۔ مگر کسی کو ایمان کا سودا کرتے ہوتے دیکھ کر بالکل مجبور ہو جاتا ہوں اور مجھے سر سے لیکر پاؤں تک آگ سی لگ جاتی ہے میں سخت سے سخت مجرم کو معاف کرنے کے لیے تیار رہتا ہوں اور معاف کرتا ہوں۔ مگر ایسا مجرم اگر معافی بھی مانگتا ہے تو دل نہیں چاہتا کہ اسکی بات بھی سنوں۔ ایسے کئی لوگ ٹھوکریں کھا کھا کر آتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ ہم سے غلطی ہوگئی معاف کر دیا جائے۔ مگر میرا دل معاف کرنے کی طرف آتا ہی نہیں۔ پس میں آپ لوگوں کو نصیحت کرتا ہوں اور دردِ دل سے نصیحت کرتا ہوں کہ اپنے ایمانوں کی حفاظت کرو۔ کئی لوگوں میں اپنے ایمانوں کا سودا کرنے کی مرض پائی جاتی ہے اور انہیں ٹھوکریں لگ جاتی ہیں انہیں بہت احتیاط سے کام لینا چاہیئے۔ اگر ایمان کے مقابلہ میں ہر چیز پر لات مارنے کے لیے تیار ہو تو یہ ایمان ہے۔ اور اگر ایسا نہیں تو کوئی ایمان نہیں۔ اور جو مومن ہونے کا دعویٰ کرتا ہے وہ جھوٹا ہے اور اللہ تعالیٰ کو دھوکہ دینا چاہتا ہے لیکن وہ یاد رکھے کہ اللہ کبھی دھوکہ نہیں کھا سکتا۔

پس جن کے دلوں میں کوئی کمزوری ہو وہ خوب سوچیں سمجھیں اور دیکھیں کہ اِن کے اندر ایمان ہے یا نہیں؟ اس سے زیادہ دُکھ اور مصیبت اور کوئی نہ ہوگی کہ جس کو انہوں نے ایمان

سمجھا ہوا ہے وہ درحقیقت ایمان نہ ہو۔دیکھو اگر ایک شخص کپڑے میں لپٹی ہوئی گول لکڑی کو روٹی سمجھ کر اُٹھا لے اور جب جنگل میں جا کر اسے بھوک لگے اور کھانے بیٹھے تو اسے معلوم ہو کہ یہ روٹی نہیں بلکہ لکڑی ہے۔ اُس وقت اس کی کیا حالت ہوگی وہ تو پھر بھی گرتا پڑتا گھر کی طرف لوٹ سکتا ہے مگر مرنے کے بعد کوئی انسان واپس نہیں آسکتا۔پس اگر تم نے ایک چیز کو ایمان سمجھا ہوا ہے حالانکہ وہ ایمان نہیں ہے تو خوب یاد رکھو کہ خدا کے سامنے جا کر تم واپس نہیں لوٹ سکو گے اس لیے ابھی سے اپنے ایمانوں کی فکر کرو۔خدا تعالیٰ تمہیں اسکی توفیق دے۔ آمین ؔ

(الفضل ۲۹رجنوری ۱۹۱۸ء)